شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف
حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی
باہتمام
حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ مدظلہ العالی
ناشر
قادریہ پبلشرز
کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العٰلمین و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ شفیع المذنبین

سیّدنا محمّد و آلہٖ و صحبہٖ و تبعہ اجمعین

عقیدۂ شفاعت پر اعتراضات کے مسکت جوابات

ماہنامہ حکایت اگست ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں اظہر حسین موسوی نامی کسی صاحب نے **اپنی عاقبت سنواریں** کے عنوان سے اپنا ایک مضمون شائع کرایا اور اس کے آخر میں انہوں نے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شفیع روزِ جزا ہونے کا نظریہ بھی پیش کیا جس پر وہ یقیناً حق بجانب اور قابلِ تعریف وتحسین کے لائق ہیں، پھر اس کی تردید میں حکایت کے دسمبر کے شمارے میں **سفارشیوں کا پتا کاٹ دیا** کے زیرِ عنوان محمد رضا شاہ (آف لاہور) نامی کسی شخص کی جانب سے ایک اور مضمون شائع ہوا جس میں مضمون نگار نے نہایت ہی جارحانہ طرز سے اپنا زیادہ تر زورِ علم اس بات پر صَرف کر دیا کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شفیع ہونے کا عقیدہ صحیح نہیں بلکہ معاذ اللہ قرآن کے خلاف اور یہودیت اور عیسائیت کا آئینہ دار ہے اور اپنے زعم میں انہوں نے نہایت واضح اور ٹھوس قرآنی دلائل سے اس نظریہ کے باطل ہونے کو ثابت کر کے حامیانِ عقیدہ شفاعت پر حجت قائم کر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ اپنے اس مدعا کے اثبات میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور اہلِ حق کی کسی ایک دلیل کو چھوئے بغیر محض مغالطہ کی ہے جن کی تفصیل آئندہ سطور میں آ رہی ہے اور انہوں نے جو نام کے دلائل پیش کیے ہیں ان میں کوئی ندرت بھی نہیں پائی جاتی کہ وہ اپنے پیش کنندہ کا کمال کہلا سکیں، بلکہ وہ زمانہ ماضی کے معتزلہ نامی ایک گمراہ فرقے کے ان فرسودہ دلائل کا چربہ ہیں جو صدیوں پہلے علماء حق سے بارہا شافی وافی اور مسکت جوابات پا چکے ہیں۔ پس اندریں صورت اگرچہ اس کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی تاہم زمانہ چونکہ متحرک اور ہر دور میں نئی طرزِ تحریر کا طلب گار ہے اسلئے کچھ ذہنوں کی تسلی اور تشفی کیلئے اس سچے عقیدے (عقیدۂ شفاعت) کے حامی ہونے کے ناطے سے بعض احباب کی فرمائش پر جواباً چند حرف قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

پس مضمون نگار نے نفیِ شفاعت پر اصالتاً یا ضمناً جو دلائل یا مغالطے دیئے ہیں نمبروار ہماری اپنی ترتیب کے مطابق ان کے جوابات اور دفعیات حسبِ ذیل ہیں۔

نفی شفاعت کی پہلی دلیل

مضمون نگار نے نفی شفاعت کی پہلی دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے، جہاں تک شفاعت کا تعلق ہے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان کیا گیا ہے کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آسکے گا نہ ہی کسی کی شفاعت (سفارش) قبول کی جائے گی نہ ہی کسی سے اس کے گناہوں کا معاوضہ لے کر اسے چھوڑ دیا جائے گا اور نہ ہی مجرمین کی کوئی مدد کر سکے گا۔ (سورۂ بقرہ:۴۸۔ حکایات، ص ۱۶۸)

جواب نمبر ۱ ﴿ اس آیت کے اصل مخاطب نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دَور کے بنی اسرائیل یعنی کافر یہودی ہیں جس کی ایک دلیل اس سے پہلے والی آیت نمبر ۴۷ بھی ہے جس کا آغاز **یٰبنی اسرائیل** کے الفاظ سے ہو رہا ہے اور یہ امر خود مضمون نگار کو بھی تسلیم ہے چنانچہ دبی زبان میں اس کا اقرار کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے، ممکن ہے بعض حامیان شفاعت سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے بارے میں کہیں کہ یہ تو یہود کے حق میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: حکایت شمارہ دسمبر ص ۱۶۸) نیز یہ آیت یہودیوں کے خلاف اس وقت نازِل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ ہمارے عقائد و نظریات کیسے ہی غلط اور فاسد کیوں نہ ہوں ہمیں اس کی پرواہ نہیں، ہمارے آباؤ اجداد انبیاء و مرسلین اور صالحین تھے روزِ قیامت ہم ان کی شفاعت کے ذریعے جنت میں چلے جائیں گے اور جہنم میں ہمیں جانا بھی پڑا تو ہم اس میں تھوڑی سی مدت رہ کر پھر ہمیشہ کیلئے اس سے نجات حاصل کر لیں گے۔ ملاحظہ ہو، روح البیان بیضاوی وغیرہما کتب تفسیر زیرِ آیت مذکورہ (ملخصاً) اور یہ بھی ایک ایسی بات ہے جس سے مضمون نگار کو انکار نہیں چنانچہ انہوں نے اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

دراصل نظریہ شفاعت کا سنگِ بنیاد یہودیوں نے رکھا تھا جب انہوں نے اپنے آپ کو لوگوں سے فخر کی ابتداء کی اور کہا کہ ہمیں صِرف چند دِنوں تک آگ چھوئے گی پھر ہم اپنی اصل جگہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، اے صاحبِ قرآن! ان سے پوچھئے کہ آیا تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد لے رکھا ہے۔ (حکایات ص ۱۶۷۔ شمارہ دسمبر ۸۸ء)

اگرچہ مضمون نگار کا یہ کہنا کسی طرح دُرست نہیں کہ نظریہ شفاعت کا سنگ بنیاد یہودیوں نے رکھا تھا (جس کا بالتفصیل بیان آگے آرہا ہے) تاہم انہوں نے اپنی اس عبارت میں اتنا ضرور تسلیم کر لیا ہے کہ یہودیوں نے اپنے کفر کے باوجود اپنے بارے میں شفاعت کا نظریہ قائم کر لیا تھا جس سے ہمارا مدعا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نظریہ شفاعت قدیم سے چلا آرہا ہے، رہا قرآن مجید کا یہودیوں سے اسی نظریہ کا تردید کرنا تو اس کی وجہ فی نفسہٖ نظریہ شفاعت کا غلط ہونا نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی شرعی دلیل کے اپنے بارے میں نظریہ قائم کر لیا تھا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے کفر کے باوجود دوزخ سے نجات پا جائیں گے جب کہ قرآن مجید کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ کافروں کو کسی طرح بھی کبھی نجات نہیں ہو گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

لا یدخلون الجنه حتی یلج الجمل فی سم الخیاط الآیہ (الاعراف:۴۰)

یعنی جس طرح سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا محال ہے اسی طرح کافروں کا جنت میں جانا بھی محال ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فی نفسہٖ نظریہ شفاعت کا ابطال نہیں فرمایا بلکہ یہودیوں کے بلادلیل دعویٰ کی تردید اور تغلیط فرمائی ہے پس ہمارے اس مدلل بیان کی روشنی میں مضمون نگار کی پیش کردہ اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ اے یہودی کافرو! بیشک تمہارے آباؤاجداد صالحین تھے اور بیشک صالحین کی شفاعت قبول کی جائیگی مگر شفاعت کے استحقاق کیلئے کسی کے آباؤاجداد کا صالح ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس کیلئے **مشفوعہ لہ کا مومن** ہونا بھی ضروری ہے اور جب تم مومن نہیں بلکہ کافر ہو تو نہ صرف یہ کہ تم ان صالح آباؤاجداد کی شفاعت کے غیر مستحق ہو بلکہ نجات پانے کے ان تمام حیلوں میں سے کوئی بھی حیلہ تمہیں روزِ قیامت فائدہ نہیں دے گا کہ جن کے ذریعے عالم دنیا میں مجرم اپنی جان خلاصی کراتا ہے جیسے ضمانت اور فدیہ وغیرہ۔

ثابت ہوا کہ مضمون نگار کی نفی شفاعت کے بارے میں پیش کردہ آیتِ کریمہ میں کافروں (یہودیوں) سے شفاعت کی نفی کی گئی ہے مسلمانوں سے قطعاً اس کی نفی نہیں کی گئی۔ جس کا دبی زبان میں خود صاحبِ مضمون کو بھی اقرار ہے پھر معلوم نہیں کہ فاضل مضمون نگار نے عمداً یہ ہاتھ کی صفائی کیوں دکھائی اور نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر موصوف نے کافر یہودیوں کے خلاف نازل شدہ آیت کو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں پر جڑ دیا ہے۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے؟

جواب نمبر ۲ اور اگر بالفرض (اس امر کے پیش نظر کہ قرآن میں خصوص سبب کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے) اس آیت کو تمام اہل محشر کیلئے عام بھی مان لیا جائے تو بھی اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ مومن کی شفاعت، کافر کے حق میں قبول نہیں کی جائیگی اور اس کا عموم کفار کی حد تک رہے گا اور اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مومن کے حق میں بھی مومن شفاعت نہیں کر سکے گا کیونکہ قرآن مجید کی دوسری بکثرت آیات سے مومن کے حق میں مومن کی شفاعت کی قبولیت ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ سطور میں مضمون نگار کی دوسری دلیل کے تردیدی جواب میں آرہی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، روح المعانی، روح البیان، ابن کثیر وغیرہ زیرِ تحت آیت مذکورہ۔

نفی شفاعت کی دوسری دلیل

اپنی پہلی دلیل کو خود رد کرتے ہوئے مضمون نگار نے نفی شفاعت کی دوسری دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے۔ ممکن ہے بعض حامیانِ شفاعت سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے بارے میں کہیں کہ یہ تو یہود کے حق میں ہے۔ مزید ایک آیت پیش کی جاتی ہے جس میں مومنین کو خطاب کیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! ہمارے عطا کردہ رزق کو اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس میں نہ بیع یعنی خرید وفروخت ہے نہ دوستی اور نہ سفارش، یادرکھو ہمارے حکم کا انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں۔

(سورۂ بقرہ:۲۵۴۔ حکایت شمارہ دسمبر ۸۸، ص ۱۶۸)

الجواب» مصیبت یہ ہے کہ آج اُلٹی سیدھی اُردو پڑھ لینے والا ہر بے علم (جسے نہ قرآنی آیت کے صحیح محامل کی خبر ہے اور نہ ہی اسے قرآن فہمی کے اصولوں سے صحیح واقفیت حاصل ہے بلکہ عربی قواعد تک کا اسے علم نہیں) تحقیق وتفسیر قرآن کی مسند سنبھالے ہوئے ہے اور مسلمانوں کی دینی حمیت وغیرت کی معدومی اور حکومت وخلافت اسلامیہ کے فقدان کے باعث اس کی آزادی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کی غرض سے اپنے حسب منشا جو چاہتا ہے اُگل دیتا ہے۔

گستاخی معاف! یہی حال ہمارے فاضل مضمون نگار کا ہے۔ خیر سے انہوں نے آیت پڑھ کر عوام کو مرعوب تو کرلیا مگر شاید انہیں اس کے صحیح محمل کی خبر نہیں یا پھر انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے عمداً فریب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ دیکھئے ان کی پیش کردہ آیت کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے:۔

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (البقرہ:۲۵۵)

یعنی اللہ کے اِذن کے بغیر کون اس کی بارگاہ میں شفاعت کرسکتا ہے۔

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے اذن سے کچھ حضرات شفاعت کرسکیں گے۔ مقامِ غور وفکر ہے کہ اگر موصوف کی پیش کردہ آیتِ کریمہ کا وہی مقصد تھا جو انہوں نے پیش فرمایا (یعنی مطلقاً کوئی بھی کسی کی شفاعت نہیں کرسکے گا، عام ازیں کہ وہ مومن ہو یا کافر) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے فوراً بعد من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ فرما کر شفاعت کا اثبات کیوں فرمایا؟

کہنا یہ ہے کہ یہ آیت بھی جو آنجناب نے پیش کی ہے انبیاء وصالحین بالخصوص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مومنین کے حق میں بالاذن شفیع ہونے کی تردید میں نہیں اُتری بلکہ اس میں محض بے اذنِ الٰہی شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ سلفاً خلفاً تمام سنّی مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے چنانچہ از انجملہ تفسیر الجلالین میں اسی آیت کے تحت اس طرح قوم ہے ولا شفاعہ بغیر اذنہ یعنی اس آیت میں جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ بے اذن الٰہی شفاعت ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسئلہ شفاعت کے متعلق قرآن مجید میں دو قسم کی آیات وارد ہوئی ہیں۔ بعض میں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اور بہت سی آیات میں اس کا اثبات کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اگر ان آیات کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے تو قرآن مجید کی آیات میں اختلاف اور ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا جو قرآن کے اصول کے قطعاً خلاف اور منافی ہے کیونکہ قرآن نے اپنا اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجد وا فیہ اختلافاً کثیراً (پ۵۔النساء:۸۲) یعنی اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا کلام ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف اور ٹکراؤ پاتے۔ یعنی قرآن چونکہ کلامِ الٰہی ہے اس لئے اس میں تعارض، اختلاف اور ٹکراؤ کا کوئی بھی امکان نہیں۔

نیز یہ بھی جائز نہیں کہ قرآن کی کچھ آیات پر ایمان رکھا جائے اور کچھ کا انکار کر دیا جائے بلکہ سب پر ایمان رکھنا فرض ہے پس لازم ہوا کہ ان آیات کا ایسا معنیٰ کیا جائے کہ جس سے ان میں کسی قسم کا تعارض اور ٹکراؤ پیدا نہ ہو اور وہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ آیات نفی کو مخصوص عنہا البعض قرار دے کر انہیں بے اذن الٰہی شفاعت کی نفی پر محمول کر لیا جائے۔ اس سے تعارض بھی دفع ہو جائے گا اور آیات اثبات شفاعت کا انکار بھی لازم نہیں آئے گا۔ پھر جب یہ بھی مخفی نہیں کہ کفر و شرک کے سوا تمام گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے جس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت بھی ہے: ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (پ۵۔النساء:۱۱۶) یعنی اللہ شرک اکبر کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آیات نفی کفار و مشرکین کے ساتھ خاص ہیں اور انہی کی شفاعت نہیں ہوگی اور آیات اثبات مومنین کیساتھ تعلق رکھتی ہیں پس ان کی شفاعت ہوگی کیونکہ جب شفاعت کے بغیر بخشش ممکن ہے تو شفاعت کیساتھ بخشش میں کون سی عقلی یا شرعی قباحت ہے؟

آیات اثبات شفاعت

نفی کی آیات تو مضمون نگار نے پیش کردی ہیں۔ اثبات کی آیات بھی ملاحظہ کیجئے تا کہ راہ حق متعین کرنے میں کوئی دِقت پیش نہ آئے۔ نیز اس سے مضمون نگار کی وہ چالاکی بھی طشت از بام ہوجائے جو انہوں نے حق چھپانے میں برتی ہے۔ پس ویسے تو اس موضوع پر بکثرت آیات قرآنیہ موجود ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ذیل میں سردست دس آیات حوالہ قرطاس کی جاتی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

آیت نمبر۱...... من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (البقرۃ:۲۵۵)

یعنی اللہ کے اِذن کے بغیر کون اس کی بارگاہ میں شفاعت کرسکتا ہے۔

آیت نمبر۲...... ما من شفیع الا من بعد اذنہ (یونس:۳)

کوئی شفاعت کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد۔

آیت نمبر۳...... لا یملکون الشفاعہ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھداً (مریم:۸۷)

شفاعت صرف وہی کرسکیں گے جنہوں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے (یعنی جو مسلمان ہیں)۔

آیت نمبر۴...... یومئذ لا تنفع الشافعہ الا من اذن لہ الرحمٰن و رضی لہ قولا (طٰہٰ:۱۰۹)

یعنی روزِ قیامت صرف اسی کی شفاعت کام دے گی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور اس کی بات کو پسند فرمایا۔

آیت نمبر۵...... ولا یشفعون الا لمن الترضی (الانبیاء:۲۸)

یعنی وہ (ملائکہ کرام) صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند کرے۔

آیت نمبر۶...... ولا تنفع الشافعہ عندہ الا لمن اذن لہ (السبا:۲۳)

یعنی شفاعت تو محض اسی کو نفع دیتی ہے جس کیلئے اللہ اذن دے۔

آیت نمبر۷...... یوم یقوم الروح والملٰئکة صفا لا یتکلمون

الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا (الانبا:۳۸)

یعنی روزِ قیامت جبرائیل اور باقی فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے ان میں اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔

والکلام الشفاعتہ علی قول

آیت نمبر۸...... فما لنا من شافعین (الشعراء:۱۰۰)

یعنی روز قیامت کافر کہیں گے آج ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں

(یعنی ایمان والوں کے شفاعت کرنے والے ہوں گے)

آیت نمبر۹...... ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع (پ۲۴۔المومن:۱۸)

یعنی کافروں کا کوئی نہ دوست ہوگا نہ شفاعت کرنے والا کہ جس کا کہنا مانا جائے

(یعنی مومنوں کی شفاعت کرنے والے ہوں گے)

آیت نمبر۱۰...... فما تنفعھم شفاعہ شافعین (پ۲۹۔المدثر:۴۸)

یعنی کافروں کی شفاعت نہیں ہوگی (مومنوں کی ہوگی)

تلک عشرة کاملہ

ہماری پیش کردہ یہ آیات اپنے ان مفہومات میں واضح ہیں کہ مومن کی شفاعت ہوگی کافر کی نہیں ہوگی۔ مومن مومن کی شفاعت کرے گا اور کافر کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ پس یہ آیات اس بات پر قرینہ ہیں کہ مضمون نگار کی پیش کردہ آیت (اسی طرح دوسری آیات نفی شفاعت) میں جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد صرف وہ شفاعت ہے جو مومن کافر کے حق میں کرے یا کافر اپنے علاوہ کسی اور کے بارے میں کرے۔ اس میں مومن کے حق میں مومن کی شفاعت کی قطعاً نفی نہیں لہٰذا اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ اے ایمان والو! اس دن کی آمد سے پہلے ہی اللہ کے عطا کردہ رزق سے خرچ کرو جس میں نہ بیع ہے نہ خلت اور نہ اس میں کافر کی شفاعت ہے۔ فقط وللہ الحمد

ایک تازہ سوال کا جواب

شاید کوئی یہ سوال کرے کہ اگر فی الواقع ولا شفاعہ کے الفاظ میں کافروں کی شفاعت کی نفی کی گئی ہے تو اس آیت کے اوّل میں یا یہا الذین امنو کہہ کر مومنین کو اس کا مخاطب کیوں بنایا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ایک نا قابل تردید حقیقت ہے ہی کہ اس آیت میں کافروں ہی کی شفاعت کی نفی کی گئی ہے جس کی دلیل آیات اثبات ہیں ورنہ قرآن میں تعارض پیدا ہو جائے گا۔ جس سے وہ قطعاً مبرا ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں مفصل مذکور ہو چکا ہے پس مومنین کو مخاطب بنانے کی یہ وجہ تو قطعاً نہیں ہو سکتی کہ اس سے ان کی شفاعت کی مقبولیت کی نفی مقصود ہو، اسی لئے لا شفاعہ فرمایا ہے لا شفاعتکم نہیں فرمایا۔ رہا مومنین سے خطاب تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے انہیں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہو اور انہیں یہ بتانا مقصود ہو کہ دولتِ ایمان کی حفاظت کرنا اگر تم نے کفر اختیار کیا تو روزِ قیامت تم بھی دوسرے کفار کی صفوں میں ہوگے اور پھر جس طرح ان کی شفاعت نہیں ہوگی، تمہاری بھی کوئی سفارش نہیں کرے گا۔

فما تنفعہم شفاعتہ الشافعین والعیاذ باللہ ربّ العالمین

بحرمتہ شفیع المذنبین

نفی شفاعت کی تیسری دلیل کا جواب

مضمون نگار نے نفی شفاعت کی تیسری دلیل دیتے ہوئے اس طرح لکھا ہے، جناب رسالت مآب کو متعدد صفات سے خطاب کیا گیا ہے آپ کو بشیر، نذیر اور رحیم وغیرہ صفات کا حامل قرار دیا گیا ہے، لیکن پورے قرآن میں آپ کیلئے شفیع کی صفت نہیں لائی گئی۔ اگر اللہ نے بقول موسوی صاحب آپ کو شافع روزِ شمار کہا ہے تو اس کی نشاندہی کی جائے۔ (حکایت، ص ۱۶۸)

جواب نمبر ۱﴾ گذشتہ سطور میں قرآن مجید کی متعدد واضح آیات سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے اِذن سے کچھ حضرات شفاعت کریں گے اور شفاعت کرنے والے کو خود قرآن مجید نے شفیع کے نام سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳ میں اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا، ما من شفیع الا من بعد اذنه الآیہ پھر یہ بھی کسی طرح مخفی نہیں کہ مالک حقیقی ربّ العالمین کی بارگاہ میں لوگوں کی شفاعت اس کا کوئی مقرب ہی کر سکتا ہے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور اللہ کے سب سے بڑے مقرب بندے ہیں تو سب سے زیادہ اس منصب کے لائق بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہوئے۔ پس ایمان کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آپ کے شفیع ہونے کی صفت کا بھی قرآن میں پایا جانا روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت ہوا۔ سچ ہے کہ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جواب نمبر ۲ ﴿ بلکہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس منصبِ جلیل کا ذکر واضح طور پر بھی موجود ہے۔

آیت نمبر ۱...... چنانچہ پندرھویں پارے میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ میں ہے، عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا یعنی عنقریب قیامت میں آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ مقامِ محمود آپ کے منصبِ شفاعت کا دوسرا نام بھی ہے۔ دیکھئے تفسیر الخازن میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔

والمقام المحمود هو مقام الشفاعه لانه یحمده فیه الاولون و الاخرون یعنی اس آیت میں مقام محمود مقام شفاعت کا نام ہے کیونکہ جب آپ اس منصب جلیل پر فائز ہونگے تو اوّلین اور تمام آخرین اس وقت آپ کی تعریف بیان کریں گے۔ (خازن، ج ۳ ص ۱۷۵ طبع بیروت) اسی کی مانند دوسری تفاسیر میں بھی ہے بلکہ صحیح احادیث مرفوعہ و موقوفہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

آیت نمبر ۲ ﴿ ایک اور مقام پر اللہ نے ارشاد فرمایا، ولسوف یعطیك ربك فترضی (پ ۳۰۔ الضحیٰ: ۵) یعنی اے محبوب! عنقریب آپ کا ربّ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خود راضی ہو جائیں گے۔

اس آیت میں ان نعمتوں کا بیان ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گا۔ از انجملہ ایک بڑی نعمت شفاعت بھی ہے چنانچہ اس آیت کے تحت تفسیر الخازن میں ہے، قال ابن عباس هی الشفاعه فی امته حتی یرضی (ج ۴، ص ۳۸۶) اور تفسیر مدارک التزیل میں ہے، ولسوف یعطیك ربك فی الاخرة من الثواب و مقام الشفاعه و غیر ذلك فترضی و لما نزلت قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا لا ارضی قط و واحد من امتی فی النار (علی ہامش الخازن، ج ۴ ص ۳۸۶) یعنی صحابیٔ رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے فرمایا، اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کریگا اور شفاعت وغیرہ کے جلیل مناصب پر فائز فرمائے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے اور حدیث شریف میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے (محبوبانہ انداز میں) اللہ سے عرض کی، میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں رہا تو میں ہرگز راضی نہیں ہوں گا۔

اللھم ارزقنا شفاعته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم القیامة۔ آمین

کیوں صاحب! قرآن مجید سے خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع ہونا بھی ثابت ہوا یا نہیں؟ انصاف اور ایمان شرط ہے (بشرطیکہ ہوں بھی سہی) مزید وضاحت بطریق آخر......اور اگر اس صفت کے اثبات کیلئے خود شافع یا شفیع کے لفظ ضروری ہیں تو

اوّلاً......آپ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین اسلام کا مبلغ مانتے ہوں گے۔ پس اب ذرا قرآن مجید سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ صفت لفظ مبلغ ہی کے ذریعے ثابت کر کے دکھائیں۔ پھر اگر یہ لفظ پورے قرآن میں کہیں بھی نہ ملے اور ہرگز نہیں مل سکتا تو کیا لفظ نہ ملنے کی بناء پر آپ حضور علیہ السلام کی اس صفت کا انکار کردینگے؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو مفہوم کے ثابت ہو جانے کے بعد شافع اور شفیع سے کیوں انکار ہے؟

ثانیاً......احکام ومسائل وعقائد کا ماخذ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیث بھی شریعت کا ماخذ ہے اور حدیث سے اس کا مفہوم ادا کرنے والا صریح لفظ ثابت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبین و خطیبھم وصاحب شفاعتھم (ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، حاکم، وقال الترمذی حسن صحیح)

یعنی قیامت کے دن (میری ان صفات کا کامل ظہور ہوگا کہ) میں تمام نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کا صاحب شفاعت ہوں گا۔

تو کیا صاحب شفاعت شافع اور شفیع کا ترجمہ نہیں۔

کیا مسئلہ شفاعت کی بنیاد محض ایک موضوع حدیث پر ہے

گذشتہ سطور میں پیش کردہ مسکت جوابات سے یہ امر خوب واضح ہوگیا کہ انبیاء اور صالحین بالخصوص سیّد الانبیاء و الصالحین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے بارے میں روزِ قیامت ان کے شفیع ہونے کا عقیدہ برحق ہے اور قرآن سے ثابت ہے مگر مضمون نگار نے لوگوں کو یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی ہے کہ قرآن میں اس عقیدے کا کوئی نشان نہیں ملتا بلکہ اس کی بنیاد محض چند وضعی (من گھڑت) رِوایات پر ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں، سستی نجات کا تصوّر مسلمانوں کے ذہن میں روایات نے بٹھایا ہوا ہے اور اس کی بنیاد بخاری شریف کی ایک طویل حدیث پر ہے کہ قیامت کے دن مسلمان آپس میں کہتے ہوں گے کہ اللہ کی بارگاہ میں کس کی سفارش لائی جائے چنانچہ سب مل کر حضرت آدم کے پاس پھر حضرت نوح، پھر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ سے ہوتے ہوئے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شفاعت کے طلبگار ہونگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ میں گر پڑیں گے اور قسط وار مسلمانوں کو بہشت میں داخل کرائینگے (اس کے بعد مضمون نگار نے لکھا ہے) اس روایت کے وضع ہونے پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ناموس انبیاء علیہ السلام اور ناموس صحابہ کو داغدار کرتی ہے۔ (حکایت، ص ۱۶۸ دسمبر ۸۸ء)

الجواب» جب عقیدہ شفاعت قرآن سے بھی ثابت ہے تو اس کی بنیاد صرف چند رِوایت پر بتانا آنجناب کا رنگین دھوکہ اور خوبصورت فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر موصوف نے یہ ڈینگ تو ماردی کہ اس روایت کے وضعی ہونے پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر اسے وضعی ثابت کرنے پر وہ بہت کچھ تو کجا کچھ بھی نہیں کہہ سکے۔ اس لئے کہ موصوف کے پاس اس کے وضعی ہونے کے سرے سے کوئی دلیل تھی ہی نہیں اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ اسے ضرور پیش کردیتے۔ آخر دو ورق تو انہوں نے بڑی روانگی کے ساتھ سیاہ فرمادیئے اور درمیان میں کوئی رُکاوٹ حائل نہ ہوسکی پھر اپنے دعویٰ کے اثبات میں انہیں چند سطریں لکھ دینے سے کون سی چیز مانع ہوئی جب کہ دعویٰ بھی ایسا تھا کہ جسے خلاصہ مضمون کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے؟

مگر جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ موصوف کا تعلق اس گمراہ فرقے سے ہے جو حدیثِ رسول کو دین کی حجت اور شریعت کی دلیل نہیں مانتا بلکہ صرف اور صرف قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس امر کا ثبوت موصوف کا یہ ارشاد ہے، موسومی صاحب کے معتقدات، خالص قرآنی فکر رکھنے والوں کے ہاں کیسے بار پاسکتے ہیں۔ (حکایت، ص ۱۶۷ دسمبر ۸۸ء)

اور ہمارے اندازے کے مطابق، حدیث کے وضعی ہونے کا اصول ان کے ہاں یہ ہے کہ ان کے ہاں ہر وہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہوگی جس کا مضمون قرآن میں نہ پایا جاتا ہو لیکن ان کا یہ اصول دُرست نہیں اور حق یہ ہے کہ ہر ثابت شدہ حدیثِ نبوی دین اور شریعت کی دلیل ہے خواہ اس کا مضمون قرآن میں پایا جائے یا بظاہر نہ پایا جائے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علیحدہ علیحدہ اور مستقل طور پر اِطاعت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

یا یہا الذین اٰمنو اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول (پ۲۶۔سورۂ محمد:۳۳)

یعنی اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

اور ظاہر ہے کہ کسی کی اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے افعال و اقوال کی پیروی کی جائے جس سے یہ امر خوب رشن ہوگیا کہ جس طرح خدا کے ارشادات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اسی طرح بحکمِ خدا رسول کے اقوال و افعال کی پیروی بھی لازم ہے اور آپ کے اقوال و افعال کا دوسرا نام حدیث ہی تو ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ حدیثِ رسول شریعت کی دلیل ہے اگر حدیث حجت شریعت نہ تھی تو اس کی اطاعت کا حکم اللہ نے کیوں دیا؟ ہمیں مضمون نگار کے اس ایمان پر حیرت ہے کہ انہوں نے کلمہ اسلام پڑھنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے دعویٰ کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کو محض روایات کہہ کر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور شفاعت کا اِنکار کر دیا ہے۔ کیا ایمان اسی کو کہتے ہیں؟

قل بسما یا مرکم بہ ایمانکم ان کنتم مومنین

پھر مضمون نگار کا عوام کو یہ باور کرانا بھی ان کے کذب بیانی یا کم علمی پر مبنی ہے کہ مسئلہ شفاعت کی بنیاد صرف بخاری شریف کی ایک حدیث پر ہے کیونکہ اگر اس مسئلہ کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس مضمون کی احادیث صرف بخاری شریف ہی میں نہیں بلکہ (بالفاظِ مختلفہ مختلف صحابہ کرام کے ذریعہ) حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہیں جن میں چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) مسند احمد (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم (٤) سنن ابی داوٗد (٥) جامع الترمذی (٦) سنن نسائی (۷) سنن ابن ماجہ (۸) ابن ابی شیبہ (۹) ابو یعلی (۱۰) دارمی (۱۱) طبرانی کبیر (۱۲) طبرانی اوسط (۱۳) بیہقی (١٤) ابن حبان (١٥) ابن عدی (١٦) حاکم (۱۷) بزار (۱۸) ابو نعیم اور (۱۹) مشکوٰۃ المصابیح (وغیرہا کتب حدیث) اور انکے رواۃ اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احصاء ناممکن ہے۔ چند صحابی راویوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت معاذ بن جبل (۲) حضرت عائشہ صدیقہ (۳) حضرت ابن عباس (٤) حضرت زید بن ارقم (٥) حضرت ابی

بن کعب (٦) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۷) حضرت ابن عمر (۸) حضرت قطب شام ابوالدرداء (۹) حضرت ابوہریرہ

(۱۰) حضرت انس بن مالک (۱۱) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (۱۲) حضرت سائب بن یزید اور (۱۳) حضرت کعب

بن عجرہ وغیرہم۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف چند کتابوں اور چند صحابہ راویوں کے اسماء گرامی لکھنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ تفصیلی طور پر احادیث شفاعت پڑھنے کا شوق ہو تو یہ کتب ملاحظہ ہوں:۔

☆ شفاء السقا از علامہ سبکی۔

☆ سماع الاربعین از امام اہلسنّت سیّدی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)۔

☆ اطیب البیان ردّ تقویۃ الایمان از صدرالافاضل مولانا سیّد نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔

نوٹ...... مسئلہ شفاعت کی احادیث اس قدر کثیر ہیں کہ علماء نے انہیں متواتر المعنی قرار دیا ہے چنانچہ حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

والاحادیث فی الشفاعه کثیره ومجموعها یبلغ مبلغ التواتر یعنی مجموعی طور پر دیکھا جائے تو شفاعت کے بارے میں وارد شدہ احادیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ (ملاحظہ ہو شفاء السقام، ص۲۳۲ طبع مصر) اسی طرح شرح فقہ اکبر، ص۹۴ (طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) میں بھی ہے۔

مسئلہ شفاعت اجماعی ہے

آخر میں یہ بھی واضح کردینا چاہئے کہ مسئلہ شفاعت کی حقانیت پر سابقہ تمام سچے مسلمان متفق چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے جلیل القدر امام حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مسلمانوں کی نمائندگی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

شفاعة الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام حق و شفاعة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه و علىٰ آلهٖ وسلم للمومنين المذنبين و لاهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روزِ قیامت شفاعت حق ہے اور (بالخصوص) ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ حق ہے کہ آپ قیامت کے دن گنہگار مومنوں اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کرنے والے عذاب کے مستحق اہلِ ایمان کی (بھی) شفاعت فرمائیں گے۔ (ملاحظہ ہو: فقہ اکبر مع شرح علی القاری، ص ۹۴۔ طبع کراچی)

معلوم ہوا کہ عقیدۂ شفاعت کی حقانیت پر پوری اُمتِ مسلمہ صالحہ دورِ اوّل سے متفق چلی آرہی ہے پس مضمون نگار نے غلط انداز میں مضمون لکھ کر دین میں رخنہ ڈالنے کی خبیث کوشش کی ہے، ورنہ کیا صحابہ کرام اور امام ابوحنیفہ جیسے فقیہ النفس حضرات جو اس عقیدہ کے حامل تھے وہ سب معاذ اللہ ناحق تھے اور ان میں سے کوئی بھی ان آیات کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا جن کی صحیح سمجھ کا دعویٰ آج یہ ڈیڑھ کتاب پڑھے ہوئے اور اُردو خوان مفتی صاحب کررہے ہیں۔ (فيا للعجب)

مضمون نگار کی علمیت

مضمون نگار اس قدر ذہنی انتشار کا شکار ہیں کہ لکھتے لکھتے انہیں یہ پتا نہیں چلتا کہ ان کی آئندہ سطریں کہیں ان کی گذشتہ سطور کے مخالف تو نہیں جارہی ہیں چنانچہ اس مقام پر پہلے تو انہوں نے یہ لکھا ہے، شفاعت کا تصور مسلمانوں کے ذہن میں روایات نے بٹھایا ہوا ہے (ملخصاً) اسکا مفاد یہ ہے کہ مسئلہ شفاعت پر ایک سے زائد کئی روایتیں پائی جاتی ہیں لیکن آپکو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوگی کہ انہوں نے اسکے فوراً بعد اس کے خلاف لکھتے ہوئے ارقام فرمادیا کہ اور اس کی بنیاد بخاری شریف کی ایک طویل حدیث پر ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اس مسئلہ پر صرف ایک ہی روایت پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلا کہ موصوف اہلِ علم طبقہ سے تعلق تو رکھتے ہیں مگر انہیں واحد اور جمع کا فرق معلوم نہیں اس لئے انہوں نے بخاری شریف کی ایک حدیث کو روایات بھی کہا ہے اور اس پر ایک حدیث کے الفاظ بھی اطلاق فرمائے ہیں۔

حیرت در حیرت

حیرت در حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ مضمون نگار نے مسئلہ شفاعت کو ایک طرف تو یہودیت اور عیسائیت کا مقام دیا ہے چنانچہ حکایت ص ۱۶۷ پر ہے کہ دراصل نظریہ شفاعت کا سنگِ بنیاد یہود نے رکھا تھا۔ نیز اسی کے ص ۱۶۸ پر انہوں نے لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سفارش کا عقیدہ عیسائیوں کے کفارہ کے عقیدہ کے مقابل وضع کیا گیا ہے اور پھر دوسری طرف وہ عقیدہ شفاعت کے حاملین کو مسلمان بھی کہتے ہیں جیسا کہ ان کی یہ عبارت ابھی گزر چکی ہے کہ سستی نجات کا تصور مسلمانوں کے ذہن میں روایات نے بٹھایا ہوا ہے۔ کیا موصوف کے نزدیک یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدے والے لوگ مسلمان ہیں یا اپنے (ان کا شفاعت کے)اس موقف میں جناب کو کچھ سقم محسوس ہورہا ہے اور خود کو حق بجانب نہیں پارہے؟

ایک ضروری وضاحت

ہم یہ مانتے ہیں کہ مسئلہ شفاعت کی جو تفصیل اور کیفیت حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے قرآن مجید میں بظاہر نہیں پائی جاتی اور اس سے اس مسئلہ کی حقانیت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ امر خود قرآن سے ثابت ہے کہ مسائل کی جو تفاصیل احادیث میں پائی جاتی ہیں وہ بھی منجانب اللہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں۔ فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه یعنی اے محبوب جب ہم جبرائیل کے ذریعے آپ کو قرآن کے الفاظ پڑھائیں تو آپ ان کے پیچھے پڑھتے جائیں پھر ان کی تفصیل بیان کرنا ہمارے ذِمۂ کرم پر ہے۔ (پ۲۹۔ القیمۃ :۱۸،۱۹)

پس جس طرح قرآن کے الفاظ پر ایمان رکھنا ضروری ہے اسی طرح اس کی تفصیل کو ماننا بھی فرض ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ مضمون نگار کو اگر ہمارے موقف سے اتفاق نہیں تو وہ بتائیں کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے مکمل طریقے قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہیں۔ قرآن مجید میں نماز کا حکم ضرور موجود ہے مگر یہ کہیں نہیں کہ فجر کے فرض کی دو رکعت ہیں، ظہر، عصر اور عشاء کے فرائض کی چار، چار اور فرض مغرب کی تین رکعات ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم تو قرآن میں پایا جاتا ہے لیکن ان کی ادائیگی کے مکمل طریقوں کا بیان قرآنِ پاک کے الفاظ میں کہیں نہیں ملتا بلکہ یہ سب کچھ حدیث شریف کے در دولت سے حاصل ہوتا ہے تو کیا موصوف ان احادیث کو رد کر کے ان ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے طریقوں کا انکار کردیں گے؟ انکار کی صورت میں انہیں ان آیات کی نشاندہی کرنی ہوگی جن میں ارکان کے طریق ادا کا مفصل بیان ہو ورنہ جب مسئلہ شفاعت، قرآن میں اجمالی طور پر مذکور ہے تو اس کی تفصیل بیان کرنے والی احادیث سے انہیں کیوں انکار ہے؟

مضمون نگار کے مغالطوں کا ردّ

مضمون نگار نے شفاعت بالاذن کی تردید کے ضمن میں کچھ مغالطے بھی دیئے ہیں اور مسئلہ شفاعت بالاذن کے بکثرت قرآنی آیات کے باوجود انہوں نے اس کی مذمت میں بہت کچھ لکھ دیا ہے چنانچہ کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ان کے تنقیدی جملے ہمارے جوابات کے ہمراہ درج ذیل ہیں:۔

مغالطہ نمبر ۱......موصوف نے لکھا ہے، دراصل نظریہ شفاعت کا سنگِ بنیاد یہودیوں نے رکھا تھا۔ (حکایت، ص ۱۶۷)

الجواب......آپ نے حکایت ص ۱۶۷ پر خود کا خالص قرآنی فکر کا حامل قرار دیا ہے چنانچہ آپ کے لفظ یہ ہیں، موسومی صاحب کے معتقدات خالص قرآنی فکر رکھنے والوں کے ہاں کیسے بار پاسکتے ہیں۔

پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آپ ابھی اپنی اس فکر پر قائم ہیں یا اس سے ہٹ گئے ہیں؟ ہٹ گئے ہیں تو جس مقام پر آپ پہنچے ہمیں اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اسی پر قائم ہیں تو پھر اپنی خیر منائیں کہ آپ خود بقول خود یہودی منش ہوگئے ہیں کیونکہ شفاعت کا نظریہ آپ کے نزدیک یہودیوں سے ماخوذ ہے اور ہم نے گذشتہ سطور میں متعدد قرآنی آیات سے اس عقیدہ کی حقانیت ثابت کردی ہے جس کا اصولی طور پر آپ کو اقرار ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو آپ نے یہودیوں کا نظریہ قرار دیا ہے اسی کے آپ قائل قرار پائے۔ پس آپ کیا ہوئے؟

ناراضگی معاف! اب آیئے قرآن ہی سے دریافت کرلیتے ہیں کہ یہودیوں کو بنیادی طور پر کس چیز نے ہلاک کیا؟ ارشاد فرمایا:

وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللّٰہ ثم یحرفونہ
من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون (پ ۱۔ البقرہ: ۷۵)

یعنی یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو کلامِ الٰہی کو سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اس کا مطلب کچھ کا کچھ بنالیتے تھے۔

پس شفاعت بالاذن کا مسئلہ مثبت انداز میں جب قرآن مجید میں پایا جاتا ہے تو ایسا کرنے میں آپ کس کے متبع ہوئے یا پھر آپ کو ان آیات کا علم نہیں تھا تو آپ نے اپنی طرف سے جاہلانہ مواد جمع کرکے عوام کو راہِ راست سے ہٹانے کی مذموم کوشش کیوں کی؟ پس آپ نے جو گڑھا دوسروں کیلئے کھودا تھا وہ آپ ہی کے کام آگیا۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا!

مغالطہ نمبر ۲......مضمون نگار نے لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سفارش کا عقیدہ عیسائیوں کے کفارہ کے عقیدہ کے مقابل وضع کیا گیا ہے۔ (حکایت،ص ۱۶۸)

الجواب......شفاعت کا عقیدہ ہم نے وضع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔جیسا کہ آپ کی دوسری دلیل کے جواب میں مفصل گزر چکا ہے۔اب آپ ہم سے نہیں بلکہ خدا سے لڑائی کر لیجئے کہ اس نے قرآن میں آپکے نظریئے کا قلع قمع فرماتے ہوئے اس میں شفاعت کا عقیدہ رکھ کر آپ پر یہ بھاری غضب کیوں ڈھا دیا ہے؟ دیکھ لیں گے کون غالب آتا ہے۔

اور پھر اسی سے دریافت کر لیجئے کہ تو نے ایک طرف تو عیسائیوں کے کفارہ کے عقیدہ کی تردید کی ہے اور دوسری طرف شفاعت کے عقیدہ کی حمایت بھی کر دی ہے۔کیا تو بھی سفارشیوں اور عقیدہ شفاعت کے حامیوں کے ساتھ ہو گیا ہے؟ یہ کیا غضب ہے؟

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ مضمون نگار نے عقیدۂ شفاعت کو (باوجود کہ وہ قرآن سے ثابت ہے) عیسائیوں کے کفارہ کے ناپاک عقیدہ کی صف میں لا کھڑا کیا ہے جس کا صاف مفہوم یہ ہوا کہ قرآن بھی عیسائیت کا سبق اور عیسائی بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سے موصوف نے وہ کام سرانجام دیا ہے جو ایک پادری بھی اس ملک میں نہ کر سکے۔حالانکہ عقیدہ شفاعت اور عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ میں زمین وآسمان سے بھی زائد فرق ہے کیونکہ عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، ابن اللہ اور خدا کا جزو مانتے ہیں اور ہم مسلمان بحمد للہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسول اللہ اور ابن عبداللہ مانتے ہیں اور جزویت کے قول کو کفر قرار دیتے ہیں۔ نیز عیسائیوں کا یہ ناپاک عقیدہ بے دلیل، من گھڑت اور خود ساختہ ہے جبکہ عقیدۂ شفاعت قرآن سے ثابت اور خدا ساختہ ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

ان فروق کثیرہ کے باوجود مضمون نگار کا نہایت ہی ملمع سازی سے عقیدہ شفاعت کو عقیدہ کفریہ کفار کے ساتھ ملا دینا پھر اس کے قرآن سے ثابت ہونے کے باوجود اس کا انکار کر دینا بذاتِ خود یہودیت اور عیسائیت کے مترادف اور ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں! یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل باطل جب اہل حق سے منہ کی کھا لیتے ہیں تو ڈھکوسلوں سے کام لینا ان کا آخری حربہ ہوتا ہے۔ ہندو بھی اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کے جواز کو ثابت کرنے کیلئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بتوں کی پوجا جرم ہے تو آخر مسلمان بھی تو پتھروں سے بنے ہوئے کعبہ کی عمارت کو سجدہ کرتے ہیں یہ جرم کیوں نہیں؟ حالانکہ ان عقل کے دشمنوں کو اتنا بھی خبر نہیں کہ بحکم خدا کسی چیز کی جانب رُخ کر کے خدا کی عبادت کرنے اور کسی غیر خدا کو خدا مان کر اس کی پوجا کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، مگر سچ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

مغالطہ نمبر ۳...... موصوف لکھتے ہیں بات یوں ہے کہ قومیں جب عمل سے عاری ہوجاتی ہیں تو پھر اس قسم کے سفارشی حیلے تراشتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی قوم بھی آخر میں انہیں حیلوں پر مائل ہوئی ان کے علماء نے حضرت مسیح کو ابن اللہ بنا دیا کفارہ کا نتیجہ رائج کیا۔ (حکایت، ۱۶۷ شمارہ ۸۸ء)

الجواب......

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں   کاش پوچھو مدعا کیا ہے

جب عقیدۂ شفاعت بالاذن کسی کا تراشا ہوا حیلہ نہیں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے تو اب اس طرح کہنا بہت مناسب اور بجا ہوگا کہ قومیں جب نفسانیت کا شکار ہوکر دولتِ ایمان سے محروم ہوجاتی ہیں تو حق بات کو جھٹلانے کیلئے طرح طرح اور قسم وقسم کے حیلے تراشتی ہیں۔ مکہ کی قوم بھی آخر میں انہی حیلوں پر مائل ہوئی۔ انکے وڈیروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کاہن اور جادوگر کہا اور یہ عقیدہ رائج کیا کہ یہ تو ہماری طرح کے انسان ہیں، ان کے پاس کیسے وحی آگئی اور ہم پر وحی کیوں نہیں اُترتی۔ (قرآن مجید میں یہ مضمون متعدد مقامات پر موجود ہے)

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ فریاد ہم یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مغالطہ نمبر ٤...... مضمون نگار نے شفاعت اور اسکے ماننے والوں کے متعلق سستی نجات اور قوت عمل سے عاری کے الفاظ بول کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ شفاعت کے عقیدہ میں خرابی یہ ہے کہ اس سے انسان یہ سوچ کر کہ روزِ قیامت شفاعت کے ذریعے تو بہر صورت چھوٹ ہی جاؤں گا، احکامِ شرعیہ پر عمل سے دُور ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً اس کی قوتِ عمل کمزور ہو جاتی ہے۔

الجواب...... یہ اعتراض تو قرآن کے عقیدۂ مغفرت پر بھی ہو سکتا ہے۔ جس کے اُمید ہے کہ خود صاحبِ مضمون بھی قائل ہونگے۔ قرآن نے صاف صاف کہا ہے:۔

لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم (پ۲۴۔الزمر:۵۳)

اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ وہ بلا شبہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:۔

ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر مادون ذلك لمن يشاء الآیہ (پ۵۔النساء:۱۱۶)

یعنی شرک (وکفر) کے علاوہ اللہ تعالیٰ باقی ہر قسم کے تمام گناہ جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

تو کیا اب لوگوں کو کھلی چھٹی ہے کہ جو کچھ کرتے پھریں اور انہیں ارتکاب معصیت کی عام اجازت ہے؟ پس اپنی طرف سے جو جواب مضمون نگار دیں وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں۔ پھر یہ وضاحت بھی فرمادیں کہ منجانب اللہ براہِ راست گناہوں کی مغفرت ہو سکتی ہے تو کسی برگزیدہ کی دعا اور شفاعت کے ذریعہ مغفرت میں کون سی عقلی یا شرعی قباحت ہے؟

ہمارے نزدیک تو بحمد للہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں کیونکہ جن لوگوں کی شفاعت ہوگی علماء نے اس کی دس اقسام شمار کی ہیں ان میں سے کچھ وہ ہونگے جو جہنم کے مستحق ہوں گے مگر اس میں داخل ہونے سے پہلے شفاعت کے ذریعے جنت میں چلے جائیں اور کچھ وہ ہیں جو جہنم کی سزا میں مبتلا ہوں گے پھر شفاعت کے ذریعہ اس سے رہائی پا کر جنت میں جائیں گے۔ اب اللہ جل جلالہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (الا ماشاء اللہ) یہ تو کسی مجرم کو بتایا نہیں کہ کس کی مغفرت (محض رحمتِ الٰہی سے یا شفاعت کے ذریعے) کب اور کس وقت ہوگی۔ جہنم کے دخول سے پہلے یا سزا بھگت لینے کے بعد! نیز یہ بھی معلوم ہے کہ جب ہم دنیا کی آگ کو اپنے جسم پر ایک منٹ کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتے تو جہنم کی اس آگ کو کیسے جھیل سکیں گے، جو نارِ دنیا سے ہزاروں گنا زائد اور سخت گرم ہے۔ پس ہم عقیدۂ مغفرت اور عقیدۂ شفاعت کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی سختی سے قائل ہیں کہ ایمان کے بعد آدمی پر احکامِ شرعیہ کی پابندی بھی نہایت درجہ لازم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے ترک عمل صالح کی نحوست سے جہنم رسید ہو کر سخت سزا بھگتنی پڑے۔ ﴿ و العیاذ باللّٰہ الغفار من النار بحق سیّد الابرار ﴾

ایک تازہ اعتراض کا جواب

شاید کوئی یہ کہہ دے کہ جب مغفرت خود اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا تو پھر کسی کی شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے یہ کب فرمایا ہے کہ وہ تمام گنہگار مومنوں کو براہ راست معاف فرمادے گا، یا ہم نے یہ کب کہا ہے کہ محض رحمتِ الٰہی سے بغیر کسی شفاعت کے کسی کی بھی مغفرت نہیں ہوگی؟ بہرحال وہ قرآنی آیات (اسی طرح وہ احادیث بھی) جو شفاعت بالاذن کا اثبات کرتی ہیں اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ بہت سے لوگوں کی مغفرت شفاعت کے ذریعہ بھی ہوگی، پس کوئی اعتراض نہ رہا۔

اب آئندہ سطور میں مضمون نگار کے نفی شفاعت کے دوسرے دلائل کے جوابات پڑھئے۔

نفی شفاعت کی چوتھی دلیل کا جواب

مضمون نگار نے نفی شفاعت کی چوتھی دلیل یہ دی ہے۔ قرآن کریم میں واضح ہے (اے رسول) جس شخص پر عذاب کا حکم وارد ہے کیا آپ اس کو آگ سے نکالو گے۔ (زمر:۱۹) ...... (حکایت، ص ۱۲۸ دسمبر ۸۸ء)

الجواب» یہ آیت نہ ہمیں مضر اور نہ آپ کو مفید ہے کیونکہ اس کا تعلق کافر سے ہے اور ہم اس بات کے قائل ہیں کہ کافر کی شفاعت نہیں ہوگی اور اگر اس کو تمام (کفار اور گنہگار مسلمانوں) کیلئے عام بھی رکھ لیا جائے تو بھی اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ عام مخصوص عنہ البعض قرار پائے گا۔ اور تخصیص کی دلیل وہ آیات اور احادیث ہیں جو مسلمانوں کیلئے شفاعت کے اثبات کرتی ہیں۔ جن کا مفصل ذکر گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

مضمون نگار کو اگر عام و خاص کی اصولی بحث آتی ہوتی تو وہ اس قدر لچر لوچ استدلال کبھی نہ فرماتے۔

نفی شفاعت کی پانچویں دلیل کا جواب

مضمون نگار نے نفی شفاعت بالاذن کی پانچویں دلیل دیتے وقت سورۂ اعراف اور سورۂ زخرف کی بعض آیات سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے، خدائی قانون تو یہی بیان کیا گیا ہے کہ جنت اعمالِ صالحہ کی بناء پر ملے گی۔ (اعراف:۴۳ ۔ زخرف:۷۲)

الجواب﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ اپنے اعمالِ صالحہ کی برکت سے جنت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے مگر صرف اعمالِ صالحہ کو جنت ملنے کی بنیاد قرار دینا ہرگز ہرگز صحیح نہیں کیونکہ بہت سے مسلمان ایسے ہوں گے جن کے نامۂ اعمال برائیوں سے پُر اور نیکیوں سے بالکل خالی ہونگے لیکن وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ضرور جنت میں جائیں گے۔ اگرچہ اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے بعد ہی کیوں نہ جائیں، کیونکہ مسلمان کیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور اس پر تمام اہلسنّت کا اتفاق ہے۔ جس کی موید سورۂ فاطر کی آیت نمبر۳۲ بھی ہے پس مضمون نگار نے جن آیات کا حوالہ پیش کیا ہے ان کا مفہوم تو صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں سے فرمائے گا کہ تمہیں یہ مقام تمہارے نیک اعمال کی برکت سے حاصل ہوا ہے جس کی دلیل ان آیات کا سیاق وسباق بھی ہے کہ اس مقام پر متقی اور پرہیزگار لوگوں کا بیان کیا گیا ہے۔ مضمون نگار صاحب ان آیات کا دوبارہ بغور مطالعہ کریں۔

بتایئے ان آیات سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ بالاذن کسی کی شفاعت نہیں ہوگی یا ان آیات کے کون سے لفظ کا یہ معنی ہے کہ جنت کا ملنا محض اعمالِ صالحہ کی بناء پر ہوگا؟ مضمون نگار نہ بھی مانیں تو وہ ہمارے اس سوال کا سنجیدہ اور تسلی بخش جواب دیں کہ اگر ایک مسلمان اپنی پوری زندگی معاذ اللہ خدا کی نافرمانی میں ضائع کر دے اور ایمان کی حالت میں فوت ہوجائے تو وہ جنت میں جائے گا کہ جہنم میں؟ آپ کے نظریئے کی رو سے جنت میں وہ جا نہیں سکتا کیونکہ آپ کے بقول خدائی قانون ہے کہ جنت محض اعمالِ صالحہ کی بناء پر ہی ملے گی جب کہ اعمالِ صالحہ اس کے پاس نہیں تو لامحالہ آپ کے نزدیک وہ جہنم میں ہی جائے گا۔ پھر وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور کبھی اس کی رہائی نہ ہوگی؟ آپ بھی مانتے ہوں گے کہ ہمیشہ تو اس میں رہ نہیں سکتا کیونکہ مسلمان مجرم نے جہنم میں ہمیشہ نہیں رہنا، تو لاجرم کبھی نہ کبھی وہ ضرور اس سے رہا ہو کر جنت میں جائے گا۔ پس اب آپ یہ معمہ حل کر دیں کہ آپ کے بیان کردہ خدائی قانون کو پھاند کر اعمالِ صالحہ کے بغیر وہ جنت میں کیسے چلا جائے گا۔ اگر آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دے گا اور اس کے مانے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں تو آپ نے یہ تسلیم کرلیا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بغیر اعمالِ صالحہ کے جنت میں جائیں گے پھر یہ وضاحت بھی کردیجئے گا کہ کسی کی منجانب اللہ براہ راست مغفرت ہوجائے تو آپ کے نزدیک اس میں کوئی قباحت ہے نہ اس سے آپ کے بیان کردہ خدائی قانون میں کوئی فرق آتا ہے۔ پس کسی برگزیدہ کی دعا اور اس کی شفاعت سے کسی کی بخشش ہوجائے گی تو اس میں کون سی عقلی یا شرعی قباحت پیدا ہوجائے گی۔

لطیفہ

مضمون نگار نے سورۂ زخرف کی آیت نمبر۲۷ کے ذریعہ اعمالِ صالحہ کو جنت ملنے کی بناء قرار دیا اور اسی نفی شفاعت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ اسی سورت کے اسی رکوع میں چند آیات کے بعد آیت ۸۶ میں اللہ نے روزِ قیامت صالحین کی شفاعت کی مقبولیت کو صاف صاف بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعتہ الا من شھد بالحق وھم یعلمون

یعنی بت کسی کی شفاعت کے مالک نہیں۔ ہاں اللہ کو ماننے والے (صالحین جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اور ملائکہ کرام علیہم السلام) لوگ کہ کفار جن کی پوجا کرتے ہیں وہ اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار نے جس آیت کو شفاعت بالاذن کی نفی کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے اسے مضمون نگار کے اس مقصد سے کوئی تعلق بھی نہیں ورنہ ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا آیت ان کی بیان کردہ آیت سے ٹکرا جائے گی۔ جب کہ کلامِ الٰہی تعارض اور ٹکراؤ سے قطعاً مبرا ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ایک مسئلہ کی نوعیت کچھ بیان کرے پھر چند سطر بعد اسے ماسبق کے خلاف بتائے۔ بہر حال موصوف کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، انہیں تو اُلٹے سیدھے استدلال کے ذریعہ اپنے باطل نظریہ کے اثبات ہی سے سروکار ہے۔

نفی شفاعت کی چھٹی اور آخری دلیل کا جواب

مضمون نگار نے نفی شفاعت کی چھٹی اور آخری دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

آخر میں عرض کردوں کہ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کو صرف اپنے ساتھ مختص کر کے تمام سفارشیوں کا پتا ہی کاٹ دیا ہے۔

قل للّٰہ الشفاعتہ جمیعا (زیرآیت:۴۴) ...... (حکایت،ص ۱۶۸)

الجواب یہ آیت بھی مضمون نگار کو کسی طرح مفید نہیں بلکہ ہماری موید اور شفاعت بالاذن کے ثبوت کی روشن دلیل ہے جسے انہوں نے خوش فہمی سے اپنی دلیل سمجھ لیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شفاعت کو اپنے ساتھ مختص کرنے کے دو ہی معنی بن سکتے ہیں...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کے بارے میں کسی دوسرے کی سفارش کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنی بارگاہ میں کسی کو کسی کا شفیع بنانا خدا کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے یہ مقام دیتا ہے تو وہ اس کی بارگاہ میں دوسروں کی شفاعت کرسکتا ہے اور جسے نہیں دیتا وہ کسی کا شفیع نہیں بن سکتا۔ اوّل معنی تو کفر ہیں کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا عجز لازم آتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے اس سے اوپر بھی کوئی ایسی طاقت ہے جس کی اسے منت سماجت کرنی پڑتی ہے۔ پس دوسرے معنی ہی متعین ہوئے اور فی الواقع بھی دوسرے معنی ہی مراد ہیں کیونکہ یہ آیت دراصل مشرکین کے اس بے دلیل نظریہ کے ابطال میں نازل ہوئی تھی کہ بارگاہِ الٰہی میں بت ان کے سفارشی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو جواب دیا کہ کسی کو اپنی بارگاہ میں شفیع بنایا ہی نہیں تو تم نے ان کو اپنا سفارشی کس طرح سمجھ لیا ہے۔ مضمون نگار نے عوام کو دھوکا دینے کیلئے قرآن کا ادھورا مضمون نقل کیا ہے جبکہ پورا مضمون اس طرح ہے۔

ام اتخذوا من دونہ شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا و لا یعقلون قل للّٰہ الشفاعتہ جمیعا

یعنی مشرکین نے بتوں کو اپنا سفارشی قرار دے رکھا ہے۔ اے محبوب! آپ ان سے فرمادیں کہ بتوں کو تو اتنا بھی سمجھ نہیں کہ تم ان کی پوجا پاٹ کرتے بھی ہو یا نہیں اور نہ ہی انہیں تمہاری شفاعت کا اختیار ہے۔ اے محبوب! آپ ان سے یہ بھی کہہ دیں کہ کسی کو اپنی بارگاہ میں شفاعت کرنے کی اجازت دینا تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: پ۲۴۔ سورۂ زمر:۴۴،۴۵)

قرآن کا پورا مضمون دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مضمون نگار کا پیش کردہ آیت کا ٹکڑا مشرکین کے رد میں ہے اور اشارۃً اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی اجازت بتوں کو تو نہیں دی البتہ اس منصب کے لائق اسکے مقربین ضرور ہیں اور وہ کون ہیں؟ انبیاء وصالحین بالخصوص سیّد الانبیاء والصالحین۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم و علینا معھم اجمعین)

مگر خائن مضمون نگار نے مجرمانہ تحریک کا ارتکاب کرتے ہوئے اس صاف ستھرے مضمون کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کر دیا۔ بہرحال اب انہیں پتا چل گیا ہوگا کہ اللہ نے بتوں کی شفاعت کی نفی کر کے اور یہ منصبِ جلیل اپنے محبوبین ومقربین کو عطا فرما کر سفارشوں اور سفارشیوں کا نہیں بلکہ مشرکین اور منکرین شفاعت ہی کا پتا کاٹا ہے، قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

یومئذ لا تنفع الشفاعه الا من اذن له الرحمٰن و رضی له قولا (پ۱۶۔طٰہٰ:۱۰۹)

یعنی قیامت کے دن شفاعت صرف اسی کو نفع دے گی کہ جس کیلئے ربّ اِذن دے گا اور کی بات کو پسند فرمائے گا۔

و قال رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعتی یوم القیمه حق فمن لم یومن بها لم یکن من اهلها (رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم و بضعته عشر من الصحابته۔الجامع الصغیر، ج۲ص۳۹۔طبع مصر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے
پس جس نے اسے نہ مانا وہ میری شفاعت پانے والوں میں سے نہیں ہوگا۔

امام اہلسنّت حضرت سیّدی مولانا احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

و الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ شفیع الامه و کاشف النعمه
سیّدنا محمّد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین الی یوم الدین

☆ .... ☆